از ڈاکٹر محمد حنیف صاحب شعبۂ دینیات۔ اسلامیہ کالج پشاور

حضرت مولانا حافظ عبد الغفور پشاوری قدس سرہٗ

مولانا عبد الغفور، حضرت سیّد آدم بنوری کے خلیفۂ اعظم اور حضرت سعدی لاہوریؒ کے مقبول و منظورِ نظر مرید تھے۔ آپ کا اسم گرامی عبد الغفور اور پدر عالی قدر کا نام شیخ محمد صالح تھا[1]۔ مولداً کشمیری، مسکناً پشاوری طریقۃً نقشبندی اور حسباً جامع الکمالات ولی اللہ تھے۔

۱۰۵۲ھ کو کشمیر میں آپ کی ولادت ہوئی[2]۔ ایام طفولیت ہی سے جبین مبارک سے رشد و سعادت کے

---

[1] مفتی غلام سرور لاہوری نے مولانا عبد الغفور کے والد بزرگوار کا نام "محمد صالح" بتایا ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ مطبع نول کشور ۱۲۸۲ھ ص ۶۵۵) مرزا آفتاب بیگ اور اعجاز الحق قدوسی نے بھی یہی نام تحریر کیا ہے۔ (تحفۃ الابرار مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ ص ۳۴، "تذکرہ صوفیائے سرحد مطبع عالیہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۱۷) عبد الحلیم اثر ان کا نام صالح محمد بتاتے ہیں (روحانی رابطہ مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۶۵ء ص ۶۶۳) جناب مولانا امیر شاہ قادری نے عبد الحلیم اثر اور پیام شاہجہانپوری نے مولانا موصوف کی پیروی میں صالح محمد نام لکھا ہے (علماء و مشائخ سرحد مطبوعہ اتحاد پریس لاہور ۱۹۶۴ء ج ۱ ص ۶۸؛ تذکرہ شاہ محمد غوث مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ۱۹۶۵ء ص ۱۶۰) راقم کے نزدیک روحانی رابطہ میں صالح محمد نام کاتب کے سہوِ قلم کا نتیجہ ہے اور اس باب میں غلام سرور لاہوری کے بیان کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ ان کی کتاب میں رقم شدہ حضرت حافظ کے حالات معاصرین کی مستند تصانیف سے ماخوذ ہیں۔ واللہ اعلم

[2] مولانا امیر شاہ قادری نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰۵۲ھ بتائی ہے (علماء و مشائخ سرحد ص ۶۸) پیام شاہجہانپوری نے بھی یہی تاریخ تحریر کی ہے (تذکرہ شاہ محمد غوث ص ۱۶۰) مگر عبد الحلیم اثر نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۰۰۴ھ قلم بند کی ہے (روحانی رابطہ ص ۲۶۳) چونکہ ان حضرات میں سے ایک نے بھی ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے اس لئے راجح و مرجوح کا فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے۔ راقم الحروف نے صرف قدامت کی بنیاد پر "علماء و مشائخ سرحد" کے بیان کو اختیار کیا ہے۔

آثار تاباں و ہویدا تھے۔ اولیاء اللہ کے ہاں قرب و قبولیت کا شرف حاصل تھا[1]۔ اور قلب چونکہ ابتداء ہی سے زہد و ورع کی طرف مائل تھا اس لئے صغر سنی ہی سے عمر عزیز کے لمحات بابرکات اپنے خالق و مالک کی عبادت و طاعت میں صرف فرماتے رہے[2]۔

آپ کو قرآن کریم کے ساتھ بے حد محبت تھی اور حفظ قرآن کے شوق سے مغلوب تھے یہی وجہ ہے کہ رحمٰن و رحیم خدا نے آپ کا سینہ بے کینہ قرآن مجید کی تلاوت کی دولت بے بدل سے مالا مال فرمایا خود فرماتے ہیں کہ

لڑکپن میں مجھے آشوب چشم کا مرض تھا اور ان ایام میں میں قرآن حفظ کرتا رہتا اس لئے اکثر حضرت سید علی ہمدانی[3] کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور حصول مطلوب کے لئے دعا کرتا۔ چنانچہ ایک بار خواب میں دیکھا کہ سید موصوف ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور میں دو اور لڑکوں کے ساتھ تخت کے سامنے کھڑا ہوں اور کہتے ہیں اور ہم تمہارے شاگرد ہیں۔ یہ سن کر حضرت سید ہم کو مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ

"آری شما شاگردان مائید" ہاں تم ہمارے شاگرد ہو۔

فرماتے ہیں کہ واقعہ کے ظہور کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن کریم ازبر ہوا[4]۔

حضرت حافظ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ دینی علوم اور حفظ قرآن سے جب فراغت حاصل کر لی تو مشائخ صوفیہ کی تلاش میں رخت سفر باندھ کر روانہ ہوئے۔ پہلے کشمیر اور سرزمین پنجاب میں گھوم پھر کر صوفیائے کبار سے ملاقاتیں کیں ان کی صحبتوں سے فیض پایا۔ اس کے بعد

---

[1] حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (م ۱۱۹۰ھ) لکھتے ہیں۔ کہ از صغر سن آثار سعادت از جبین لائح داشت و ان صبی شرف قبول بزرگان را دریافتہ اند (ظواہر السرائر (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۱۲ھ ص ۵۸۴)

[2] ظواہر صفحہ ۵۸۴، خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۶۵۴ [3] حضرت سید علی ہمدانی قادری قدس سرہٗ۔ شاہ شہاب الدین بن محمد ہمدانی کے فرزند تھے آپ ۷۱۴ھ کو پیدا ہوئے۔ اشاعت و ترویج دین کے سلسلے میں ۷۸۱ھ میں کشمیر میں ورود مسعود فرمایا۔ ۷۸۶ھ کو مقام کبیر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ شرف الدین محمود کی ہدایت پر ربع مسکون کی سیر و سیاحت فرمائی تھی۔ آپ کا مزار کشمیر و بدخشاں کی سرحد پر واقع مقام ختلان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے (مزید تفصیلات کے لئے "تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی لاہوری۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ اور تحفۃ الابرار ملاحظہ فرمائیں [4] ظواہر السرائر ص ۵۸۴۔ حضرت حافظ عبدالغفور بچپن میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ بابا عبدالکریم کشمیریؒ کے مزار پر بھی تشریف لے جاتے اور فاتحہ خوانی کرتے۔ بابا عبدالکریم کا شمار کشمیر کے اولیائے عظام میں ہوتا ہے۔ آپ کا مزار محلہ فتحکدل میں واقع ہے (ظواہر ص ۵۸۶۔ خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۶۵۴)

صوبہ سرحد کی جانب کوچ کیا۔

پشاور میں آمد حضرت حافظ نے جب پشاور میں ورود فرمایا تو قضائے کار اس دور کے نامور صاحب جذب و کرامت بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل خوردہ فروش[۱] کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کی صحبت سے بہت متاثر ہوئے، بیعت کا ناطہ جوڑا اور حلقۂ مریدین میں شامل ہوگئے۔

حضرت سعدی لاہوری کے ساتھ ملاقات اور بیعت وخلافت حضرت سعدی لاہوری[۲] کی صحبت میں حضور اور آں جناب سے اذن و خلافت پانے کا بیان کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"سبب وصول و پیوستگی بہ آں حضرت ایں بود کہ ما در مبادی حال بمولانا حاجی محمد اسماعیل علیہ الرحمہ خوردہ فروش ارادت کردیم و اخذ ایں طریقہ علیہ نمودیم پس بتقریبے بہ لاہور رفتیم و درآں فرصت مولانا حاجی محمد اسماعیل نیز در لاہور بودند بنا بر نسبت ارادت کہ بہ ایشاں داشتیم اکثر اوقات شرف ملازمت ایشاں را درمی یافتیم۔ روزی مولانا حاجی فرمودند کہ ما برائے دیدن حضرت ایشاں می رویم تو نیز ہمراہ باشی وچوں در پیش آں حضرت رفتیم بمولانا حاجی بسیار التفات کردند و بغایت رعایت نمودند"[۳]

۱ے حضرت مولانا حاجی محمد اسماعیل حضرت شیخ سعدی لاہوری کے خلیفہ اعظم اور باکمال ولی اللہ تھے۔ پشاور شہر میں کریانہ فروشی کا کاروبار کرتے تھے اور اس کاروبار کو قبالہ حال وقال کا ذریعہ بنایا تھا۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف تھے اور سفر حج میں بغداد، کربلائے معلی، بسطام اور بخارا کے بہت سے مشائخ عظام سے فیض پایا تھا۔ ۱۰۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں حضرت سید آدم بنوری کے ممتاز خلیفہ یار محمد گل دہاری کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ بعد ازاں حضرت سعدی لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ حضرت سعدی کے ساتھ پہلی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"درا ثنائے سخناں تصرفے بکار بردند کہ من خود را از ما سوی اللہ فارغ و معطل یافتم"

آنچہ زر می شود از خاصیتش قلب سیاہ ۔۔۔ کیمیائیست کہ در حضرت درویشاں است

۵ جمادی الثانی ۱۱۱۱ھ کو وفات پائی آپ کا مزار پشاور شہر میں حافظ عبدالغفورؒ کے پہلو میں واقع ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ظواہر صد ۵۵۴، ۵۵۹، ۵۶۲، ۵۷۵، تحفۃ الابرار ص ۳۲

۲ے حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ حضرت سید آدم بنوری کے خلفائے اعاظم میں سے تھے۔ ۱۰۳۳ھ کو امین آباد میں اوڈھی کے مقام پر پیدا ہوئے ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ کو وصال ہوا۔ آپ کا مزار لاہور میں بمقام مزنگ واقع ہے۔

۳ے ظواہر صفحہ ۵۰۷

یعنی آں حضرت (سعدی لاہوری) کی صحبت میں وصول و پیوستگی کا باعث یہ ہوا کہ میں ابتدائے حال میں مولانا حاجی محمد اسماعیل خوردہ فروش کا مرید ہوا اور ان سے یہ طریقہ علیہ (نقشبندیہ) اخذ کیا۔ پس ایک مرتبہ میں کسی کام کے لئے لاہور گیا۔ اس فرصت میں مولانا حاجی بھی لاہور میں تھے ان سے نسبت ارادت کی بنا اکثر اوقات ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتا۔ ایک دن مولانا حاجی نے فرمایا کہ ہم حضرت ایشاں (سعدی لاہوری) کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ چلو (چنانچہ روانہ ہوئے) اور جب ہم حضرت سعدی کے سامنے آئے تو مولانا حاجی کے ساتھ بہت محبت کا اظہار کیا اور رعایت سے سرفراز فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ جب مولانا حاجی نے واپسی کے لئے اجازت چاہی تو حضرت سعدی فرمانے لگے۔

" باشید تا وقتیکہ طعام ساختہ و مہیا شود پس چیزی بخورید و روید

یعنی ابھی رہیں جب تک کہ کھانا تیار ہو جائے تھوڑا سا کھا لیجئے پھر جایئے گا۔

مولانا حاجی نے معذرت کی چنانچہ حضرت سعدیؒ نے اجازت دے کر ہمیں رخصت فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ

" درآں محل بہ خاطر رسید کہ مشائخ ہندوستان عجب مردم اند کہ آنچہ کم و بیش حاضر باشد در پیش نمی کنند و می گویند کہ باشید تا وقتیکہ طعام ساختہ شود و مہیا گردد ۔ ۔ ۔ من بدیں جہت خیلے ناخوش شدم و ایں روش ایشاں را نہ پسندیدم اما ایں خواطر خود را بہ کسے نہ گفتم "[1]

یعنی اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مشائخ ہند بھی عجیب لوگ ہیں کہ ماحضر مہمان کے سامنے نہیں لاتے اور کھانے کی تیاری تک انتظار کے لئے کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ میں اس وجہ سے بہت رنجیدہ خاطر ہوا اور آپ کی اس روش کو پسند نہ کیا۔ مگر اپنے ان خیالات و وساوس کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا۔

اس کے بعد میں کبھی کبھار آپ کے پاس آتا۔ کچھ عرصہ اسی حال میں گذر گیا۔ اس دوران ہر صادر و وارد سے آپ کے اوصاف ولایت اور کرامات کے بارے میں سنتا لہذا نفع و فیض کے حصول کی امید میں دوبارہ آپ کی خدمت میں کثرت سے آمد و رفت کرنے لگا۔ اس طرح چند سال گذر گئے مگر پھر بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ ایک روز مولانا حاجی سے عرض کی کہ :-

" در صحبت حضرت ایشاں چند سال آمد و شد کردم و اصلاً بنفعے نرسیدم "

حضرت مولانا نے میری شکایت سن کر سخت تنبیہ فرمائی اور اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی کرنے سے اجتناب کی

---

[1] ظواہر صفحہ ۵۸۷ - ۵۸۸

تاکید کی۔ کیونکہ از روئے کشف ان پر میری حالت منکشف ہوئی تھی چنانچہ فرمانے لگے کہ:۔

" در اوّل بار کہ با مار فتی و مشرف بہ شرف ملازمت حضرت ایشاں شدی چوں در وقت برخواستن آنحضرت فرمودند کہ اگر باشید تا وقتیکہ طعام ساختہ شود۔۔۔۔ ازیں سخن آں حضرت دل تنگ شدی و مشائخ ہند را بہ دون ہمتی منسوب ساختی پس بجہۃ ایں خواطر در صحبت آں حضرت در تو کشائشے پدید نیامد[1] "

پہلی بار جب تم ہماری معیت میں گئے اور حضرت سعدی کا شرفِ صحبت حاصل کیا۔ رخصت ہوتے وقت جب آں حضرت نے فرمایا کہ کھانے کی تیاری تک انتظار کرو۔ آپ کی اس گفتگو سے تیرے دل میں قلق پیدا ہوا۔ اور (اس بنا پر) مشائخ ہند کو کم ہمت خیال کیا ان خواطر و خیالات کے باعث ان کی صحبت سے تیرے دل میں کوئی کشائش پیدا نہیں ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ:۔

" من ازاں خواطر تائب و مستغفر شدم و باز بعجز و انکسار و افتقارِ بسیار در صحبت آں حضرت آمد و شد میکردم "[2]

میں اُن خیالات و خواطر سے تائب و مستغفر ہوا اور اس کے بعد انتہائی عجز و انکسار اور بے حد افتقار کے ساتھ آں حضرت کی خدمت میں آمد و رفت کرنے لگا۔

فرماتے ہیں کہ:۔

" بعد ازاں کہ با مولانا اسماعیل کرتِ اولی ملازمت آں حضرت کردہ بودم ہفدہ سال در دل آں حضرت یاد و راہ نیافتم و در خود کشائشے ندیدم پس از ہفدہ سال التفاتِ خاطر مبارک بمن گماشتند و بہ نظرِ عنایت مخصوص کردند "[3]

اس کے بعد جب کہ مولانا اسماعیل کے ساتھ پہلی مرتبہ آں حضرت سے ملا تھا۔ سترہ سال آں حضرت کے دل میں میں نے کوئی یاد و راہ نہ پائی اور اپنے اندر کوئی کشائش نہ دیکھی۔ پس سترہ سال کے بعد آں حضرت میری طرف ملتفت ہوئے اور نظرِ عنایت سے مجھے مخصوص فرمایا۔

اذن و خلافت پانے کے بعد پشاور میں قیام اور سلسلۂ ارشاد و ہدایت

حضرت سعدی سے مجاز و مرخص ہو جانے کے بعد آپ واپس صوبہ سرحد تشریف لائے۔ اور پشاور شہر کو ارشاد و ہدایت کا

---

[1] ظواہر ص ۵۸۷، ۵۸۸ [2] [3] ایضاً

مرکز بنا کر اصلاحِ معاشرہ کی ایک منظم مہم کا آغاز کیا۔ آپ بذاتِ خود اور آپ کے مریدین و متبعین دعوت و تبلیغ کے لئے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھرتے، امر بالمعروف کرتے اور لوگوں کو منکرات اور خلاف شرع امور و رسوم سے منع فرماتے۔

خانقاہ اور لنگر خانے کا قیام | حضرت حافظؒ نے طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت اور ارشاد و تلقین کے لئے ایک خانقاہ قائم فرمائی۔ جس کے فیوض و انوار نے صدہا زنگ آلود قلوب کو صیقل کر دیا۔ اور آپ کے آفتاب عرفان سے بے شمار لوگوں کے تاریک سینے منور ہو گئے۔ خانقاہ کے ساتھ آپ نے ایک لنگر خانے کا بھی بندوبست کیا۔ جہاں سینکڑوں بھوکے پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور بیسیوں برہنہ و محتاج لوگوں کو کپڑے ملتے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث قادری کا بیان ہے کہ:-

حضرت حافظ عبدالغفور پشاوری ... مدام در خدمت مساکین و مسافرین مشغول ماندے و قریب پان صد کس ہر روز در مطبخ وے طعام می خوردند و دیگدان وے گاہے سرد نمی شد و خدام عالی مقام از صبح تا شام در پختگی طعام و تقسیم آں مصروف می ماندند و شیخ سوائے طعام بحاجت منداں نقد و لباس ہم مرحمت می فرمودند و ایں ہمہ خرچ بیش" سوائی دخل ظاہری صرف از خزانۂ غیب بود[1]

حافظ عبدالغفور پشاوری ہمیشہ مساکین اور مسافروں کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ کے لنگر خانہ سے (تقریباً) پانچ سو آدمی روزانہ کھانا کھاتے۔ آپ کے باورچی خانے کا چولہا کبھی ٹھنڈا نہ ہوتا اور آپ کے خدام صبح سے شام تک کھانا پکانے اور اس کی تقسیم میں مصروف رہتے اور شیخ (عبدالغفور) کھانا دینے کے علاوہ ضرورت مندوں کو کپڑے اور نقدی بھی مرحمت فرماتے اور یہ تمام خرچ بہ دخل ظاہری کے صرف خزانہ غیب سے تھا۔

اخلاق و عادات | حضرت حافظ پابند شریعت، نہایت پاکباز، متقی اور اوصاف حمیدہ سے متصف بزرگ تھے۔ سرّ اعظم حضرت مولانا محمد یحییٰ المعروف بہ حضرت جی اٹک فرمایا کرتے تھے کہ

" اگر کسے خواہد کہ دلے را ببیند کہ دراں بغض و عداوت و کینہ و بدی مسلمانان جای نمی گیرد بہ پشاور رود کہ آں دلے حافظ عبدالغفور است"[2]

اگر کوئی چاہے کہ ایسا دل دیکھے جس میں مسلمانوں کے لئے برائی/ کینہ اور بغض و عداوت نہ ہو تو وہ پشاور جائے (کیونکہ) وہ حافظ عبدالغفور کا دل ہے۔

---

1. خزینۃ الاصفیا ج ا ص ۶۵۰ بحوالہ رسالہ سید محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری (متوفی ۱۱۷۰ھ یا ۱۱۵۲ھ)
2. ظواہر ص ۵۸۹

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دعوت الی الحق

آپ خود بھی سنّت رسولؐ کے سخت پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید و تلقین فرماتے اگر کوئی شخص حضور اکرمؐ کی سنّت مطہرہ کی پابندی نہ کرتا تو آپ اسے سمجھاتے اگر نہ سمجھتا تو پھر سختی کرتے اور اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ آپ بلا امتیاز معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد کی، خواہ عوام ہوں خواہ خواص یکساں اصلاح فرماتے اور صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (م ۱۹۰۰ء) فرماتے ہیں کہ

"حافظ عبدالغفور از جملہ مقبولانِ حضرت ایشاں اند و پیوستہ شکست نفس و فروتنی شعار ایشاں است و خود را ہیچ چیز در نمی آرند و با کہ و مہ با وضع و شریف با خورد و بزرگ و با فقیر و غنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اعلاء کلمۃ الحق از اوصاف مرضیہ ایشاں است۔"

حافظ عبدالغفور حضرت سعدی کے منجملہ مقبول اصحاب میں سے تھے۔ فروتنی اور تواضع آپ کا شعار ہے اپنے آپ کو کچھ شمار نہیں کرتے، ہر چھوٹے بڑے، وضیع و شریف اور فقیر و غنی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور اعلائے کلمۃ الحق آپ کے پسندیدہ اوصاف میں سے ہے۔

خدمت خلق اور غربا پروری خدمت خلق آپ کا شعار تھا اور غربا و مساکین کے ساتھ بہت محبت کرتے اپنے مواعظ میں حکّام وقت اور مالدار طبقہ کو محتاجوں کی حالت زار پر خاص کر توجہ دلاتے اور انہیں تاکید کرتے کہ تمہارے مال میں نادار لوگوں کا حق ہے۔ پرایا حق نہ کھاؤ۔ تمہارے مال میں محتاجوں کا حصّہ خدا نے مقرر فرمایا ہے۔ وہ غالب اور طاقت ور ہے۔ اگر یہ لوگ تم سے اپنا حق لینے پر قادر نہیں تو وہ طاقت ور بادشاہ تم سے ان کا حق لینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور قبل اس کے کہ خدا ان لوگوں کی حق تلفی پر تمہیں سزا دے بہتر یہ ہے کہ تم حقداروں کو ان کا حق پہنچا دو۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے ناراض ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی گاؤں اور ایک ہی محلہ میں ایک آدمی دولت مند ہو وہ عیش و عشرت کرے اور اس کے پڑوس میں محتاج اور نادار لوگ افلاس اور تنگ دستی کی زندگی بسر کریں۔[1]

عبادت و ریاضت اور عشق الٰہی حضرت حافظ عبدالغفورؒ ایک عابد و زاہد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ دنیا اور اہل دنیا کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے۔ سید محمد غوث لاہوری کا بیان ہے کہ حافظ عبدالغفور پشاوری تمام شب بحبس نفس و مراقبہ می گذرانید و التفات بہ دنیا و اہل دنیا نہ داشت۔[2]

حضرت حافظ عبدالغفور پشاوری تمام شب حبسِ دَم اور مراقبہ میں بسر کرتے۔ دنیا اور اہل دنیا کی طرف کوئی التفات

---

[1] روحانی رابطہ ص ۲۲۶-۲۲۷ [2] خزینۃ الاصفیا ج ۱ ص ۶۵۷

نہ کرتے۔ آپ ہر وقت محبت الٰہی میں مستغرق رہتے۔ عشق خداوندی کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی کوئی آیت ان کے سامنے تلاوت کرتا یا لفظ "اللہ" زبان پر لاتا تو بے اختیار رونے لگتے۔ اور قلب پر اضطراری کیفیت طاری ہو جاتی۔ شاہ محمد غوث فرماتے ہیں۔

"درعشق الٰہی بدیں آگاہی می گذرانید کہ کسے بیتے از آیات قرآن روبروئے وے می خواند یا لفظ اللہ برزبان می آورد گریہ و اضطرار بہ حافظ طاری می شود"[1]

حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عبدالغفورؒ کا ربط و تعلق حضرت شیخ محمد یحییٰ (متوفی ۱۱۴۳ھ) حضرت حافظ کے ساتھ بہت پیار و محبت رکھتے۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ،

"کرتے فقیر راقم ایں حروف بدریافت ملازمت سر اعظم خدمت حضرت مولانا بہ اٹک رفتہ بودم وچوں بہ پشاور مراجعت کردم سر اعظم عصائے دادند و فرمودند کہ ایں عصا را بعد از سلام ما بہ حافظ عبدالغفور علیہ الرحمۃ والرضوان رسانی چوں پیش حافظ جیو آوردم حافظ جیو تواضع نمودند و آں عصا را بچشم مالیدند و گفتند چہ می دانی کہ ایشاں آں عصا را بہر چہ بہ من فرستادند و بہ چہ اشارت کردند فقیر گفتم کہ نمیدانم گفتند کہ ایں عصا را فرستادہ اند اشارت بہ استقامت کردہ اند یعنی استقامت باید کرد"[2]

خلفاء ومریدین حضرت حافظ ایک فیض بخش پیر و مرشد تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کے آستان فیض رساں سے مستفید ہوتے مگر افسوس کہ صوبہ سرحد کے دیگر بہت سے علماء و مشائخ کی طرح ان کے حالات بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ راقم ان میں سے جن حضرات کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا ہے ان کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ **قاضی القضاۃ حضرت شیخ عبدالسلام کشمیریؒ** حضرت شاہ مسعود کشمیریؒ کے فرزند دلبند تھے۔ حضرت حافظؒ کے اکابر خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے دور کے ایک عالم و فاضل متقی اور نہایت فیاض بزرگ تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء کا بیان ہے کہ

خواجہ عبدالسلام کشمیری مجددی از اکابر خلفائے حافظ عبدالغفور پشاوری ست۔ جامع علوم ظاہری و باطنی بود و باوجود دولت ظاہری کہ واسطہ وکالت شاہی درکشمیر داشت و جاگیردار و منصب دار بود لمحۂ از یاد خدا غافل نمی ماند کثیر از اہل حاجات دینی و دنیوی بر دروازۂ فیض آوازۂ وے ہجوم می آورد و وے بحاجت روائی ہر یک می پرداخت واحدے را ناامید نمی گردانید[3]

---

[1] خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۶۵ [2] ایضاً [3] ایضاً

۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ اپنی خانقاہ گوجر واڑہ (کشمیر) میں مدفون ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت شرف الدین کشمیری نے اپنی کتاب "روضۃ السلام" اور مولوی ابوالحسن سید محمد نے "تحفۃ السلام" میں آپ کے حالات و مناقب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۲۔ حضرت شیخ شاہ مسعود کشمیریؒ | حضرت عبدالسلام کشمیری کے والد ماجد شاہ مسعود کشمیری کو بھی حضرت حافظ کا شرف ارادت حاصل تھا۔ آپ نے پشاور میں وفات پائی۔ اور اپنے پیر و مرشد کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

۳۔ شیخ عبدالکریم کشمیری | آپ شیخ شاہ مسعود کے صاحبزادے اور شیخ عبدالسلام کے برادر اصغر تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ

"برادر خورد وے شیخ عبدالکریم جامع کمالات صوری و معنوی بود۔"

۴۔ حضرت شیخ محمد علی | کابل کے رہنے والے تھے آپ اور آپ کے بھائی شیخ احمد علی حضرت حافظ کے منظور نظر مریدین میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنی فرماتے ہیں کہ

شیخ محمد علی و شیخ احمد علی "از منتوسلان و مقبولان حضرت حافظ جیو علیہ الرحمۃ اند"[۱]

۵۔ شیخ شجاعت خان | حضرت شیخ شجاعت خان جلال آباد کے رہنے والے تھے آپ حافظ موصوف کے مشہور مرید و خلیفہ گذرے ہیں۔[۲]

۶۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ حضرت شاہ محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری (م ۱۱۵۲ھ یا ۱۱۷۷ھ) نے بھی آپ کی صحبت بابرکت سے اکتساب فیض فرمایا تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

"چوں فقیر را طلب راہ مولیٰ بسیار بود دراں وقت حافظ عبدالغفور کشمیری نام عزیزی در طریقۂ نقشبندیہ صاحب اثر بود۔ اکثر در صحبت ایشاں می رفتم"[۳] چونکہ فقیر کو اپنے مولا و آقا کی راہ کی طلب و جستجو بہت زیادہ تھی اس وقت (پشاور شہر میں) حافظ عبدالغفور کشمیری طریقۂ نقشبندیہ کے ایک صاحب اثر بزرگ تھے میں اکثر ان کی صحبت میں آمد و رفت کرتا تھا۔[۴]

وفات | حضرت حافظ عبدالغفورؒ نے مخلوق خدا کے عقائد و اعمال کی اصلاح کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہوا تھا۔ بالآخر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ۴ شعبان ۱۱۱۶ھ ۱۷۰۴ء کو دار فنا سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔[۵] آپ کا مزار پشاور چھاؤنی تھانہ شرقی کے سامنے واقع ہے پشاور شہر کے مشہور مزارات میں شمار ہوتا ہے ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۔ ظواہر ص ۵۹۳ تا ۵۹۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ رسالہ غوثیہ از شاہ محمد غوث ص ۱۰۲ ۴۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مفصل حالات کے لئے تذکرہ شاہ محمد غوث ملاحظہ فرمائیے ۵۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۱۔